سلسلہ
مواعظ حسنہ نمبر ۹

بدگمانی اور اس کا علاج

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۶۸۱۱۲، ۴۹۹۲۱۷۶

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۹

بدگمانی اور اُس کا علاج

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲۔ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۶۸۱۱۲ ۴۹۹۲۱۷۶

انتساب

احقر کی جملہ تصانیف وتالیفات درحقیقت مرشدنا ومولانا محی السنۃ
حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم اور حضرت اقدس
مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس
مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض
وبرکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ

نام وعظ = بدگمانی اور اُس کا علاج

واعظ = عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع ومرتب = سید عشرت جمیل میر

ناشر = کتب خانہ مظہری

پیش لفظ

آج کل ایک طبقہ امت میں ایسا پیدا ہو گیا ہے خصوصاً جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں جو اسلام کے نام نہاد مفکرین اور خود ساختہ مفسرین اور تجدد پسند مصنفین کا گمراہ کن لٹریچر پڑھ کر بجائے اہل اللہ و خدام دین اور علماء ربانین سے متنفر و بدگمان ہے جس کی وجہ سے ان کے فیوض و برکات سے محروم ہو کر دین کے آبِ صاف یعنی دین کی حقیقت سے ناآشنا و محروم ہے۔

پیشِ نظر وعظ میں اس خاص زاویہ نگاہ سے بدگمانی کے نقصانات پر متنبہ کیا گیا ہے اور اکابر کے ارشادات و علوم و معارف کو پیش کیا گیا ہے جو آفتاب آمد دلیل آفتاب کا مصداق بن کر اہلِ باطل کے مزعومہ اعتراضات کا بہترین جواب اور ان کی شکر آمیز زہریلی نشریات کا تریاق ہے۔ اس کے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ بدگمانی کے مرض سے نجات اور اہل اللہ سے حسن ظن اور محبت پیدا ہو گی۔ یہ وعظ سیدی و مرشدی و مولائی حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم و عمت فیوضہم نے ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۹۰ء بروز دوشنبہ بعد مغرب خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں مجلس نہی عن المنکر کے ہفتہ واری اجتماع میں بیان فرمایا تھا، جس کو ٹیپ سے نقل و مرتب کر کے اور حضرت والا دامت برکاتہم کی نظر ثانی کے بعد طبع کیا جا رہا ہے حق تعالیٰ شرف قبول عطا فرمائیں اور امتِ مسلمہ کے لئے نافع فرمائیں۔ آمین

مرتب:-

یکے از خدام حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

بدگمانی اور اس کا علاج

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ

(بخاری ج ۲ ص ۸۹۶)

وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِ خَیْرًا

(تفسیر کبیر ج ۱۴ ص ۱۳۴)

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر مومن کے ساتھ نیک گمان رکھو اس حدیث کی شرح میں علماء ربانیین فرماتے ہیں کہ اگر کسی چیز کے اندر ننانوے دلائل ہوں بدگمانی کے لیکن ایک راستہ ہو حُسنِ ظن کا تو عافیت کا راستہ یہی ہے کہ حسن ظن کے اس ایک راستہ کو اختیار کر لو۔ کیوں؟ اس کی وجہ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ میرے مُرشدِ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ بدگمانی پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مقدمہ دائر فرمائیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ بدگمانی کے تمہارے پاس کیا دلائل تھے اور نیک گمان پر بلا دلیل انعام عطا فرمائیں گے۔ حسن ظن پر بغیر دلیل کے ثواب ملتا ہے کیونکہ امر ہے ظُنُّوْا بِالْمُؤْمِنِ خَیْرًا۔ لہٰذا مقدمہ میں جان پھنسانا بے وقوفی، حماقت اور نادانی ہے۔ حضرت ہنس کر فرماتے تھے کہ احمق ہے وہ شخص جو مفت میں ثواب لینے کے بجائے اپنی گردن پر مقدمات قائم کرنے کے انتظامات کر رہا ہے اور اپنے لئے مصیبتیں تیار کر رہا ہے۔ نیک گمان کر کے مفت میں ثواب لو اور بدگمانی کر کے دلائل

پیش کرنے کے مقدمات میں اپنی جان کو نہ پھنساؤ۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعتراض کا منشاء دو ہوتا ہے۔ قلتِ محبت اور قلتِ علم یعنی اعتراض عموماً دو قسم کے لوگوں کو ہوتا ہے یا تو اس کے اندر محبت کی کمی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہر آدمی کے اندر کیڑے نکالنے کی کوشش کرتا ہے یا پھر نہایت درجہ کا جاہل ہوتا ہے کیونکہ قرآن وحدیث اور فقہ کے اصول اس کے سامنے نہیں ہوتے اس لئے جہالت کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے اور فرمایا کہ ہماری خانقاہ میں دو ہی قسم کے لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے یا تو انتہائی درجہ کا فقیہہ ہو کہ میرے ہر عمل کو سمجھ جائے کہ یہاں فقہ کا فلاں قانون لاگو ہو سکتا ہے یا پھر انتہائی درجہ کا عاشق ہو جس کو سوائے بھلائیوں کے کچھ نظر ہی نہ آئے کیونکہ عاشق کو تو محبوب کی ہر ادا پسند آتی ہے اور اگر نہ اس میں محبت کامل ہے نہ علم کامل ہے تو ایسے لوگ پھر محروم ہی رہتے ہیں پس دینی خدام پر اعتراض اور ان کے فیوض و برکات سے محرومی کے یہ دو ہی سبب ہیں یا محبت کی کمی یا علم کی کمی۔

دیکھئے تھانہ بھون جیسا قصبہ جہاں اپنے زمانہ کا مجدد موجود، جب دُور دُور سے بڑے بڑے علماء اور بزرگ آتے تھے تو قریب کے رہنے والے یعنی قصبہ کے بعض لوگ مذاق اُڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کلکتہ سے مدراس سے بمبئی سے اعظم گڑھ سے جون پور سے چلے آرہے ہیں کیسے بے وقوف لوگ ہیں ہمیں تو کوئی خاص بات ان بڑے میاں میں نظر نہیں آتی لہٰذا دُور دُور کے لوگ کامیاب ہو گئے اور قریب کے لوگ جنہوں نے قدر نہ کی محروم رہ گئے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ حاجی صاحب!

آپ تو کوئی بڑے عالم بھی نہیں ہیں پھر ان علماء کو کیا ہو گیا کہ مولانا گنگوہی جیسا عالم مولانا قاسم نانوتوی جیسا عالم اور حضرت حکیم الامت جیسا عالم آپ سے مُرید ہو گیا ہے مجھے تو اس بات پر سخت صدمہ اور تعجب ہے کہ یہ علماء کیوں آپ سے بیعت ہو گئے۔ اب حاجی صاحب کا جواب سُن لیجئے فرمایا کہ جتنا آپ کو تعجب ہے اس سے زیادہ مجھے تعجب ہے کہ یہ علماء اور علماء بھی ایسے کہ علم کے سمندر نہ جانے مجھ جیسے کے ہاتھ پر کیوں بیعت ہو گئے۔ یہ حاجی صاحب کا کمال تواضع تھا لیکن یہ بدگمانی اور اعتراض کرنے والا کوئی بہت ہی محروم شخص تھا۔ برعکس ان حضرات کے اندر کتنا ادب تھا۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے ایک رسالہ لکھا اور مولانا قاسم نانوتوی کو دیا اصلاح کے لئے۔ اس میں علمی لحاظ سے کوئی لفظ مسودہ میں غلط ہو گیا تو مولانا قاسم صاحب نے اس مقام پر یہ نہیں لکھا کہ حضرت آپ سے یہاں غلطی ہو گئی ہے بلکہ وہاں دائرہ بنا کر یہ لکھ دیا کہ حضرت یہ لفظ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

اللہ اللہ! کیا ادب تھا نقص کی نسبت شیخ کی طرف نہیں کی اپنی سمجھ کی طرف کر دی۔

اے خدا جوئیم توفیق ادب

مولانا رُومی فرماتے ہیں کہ اے خدا ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔

بے ادب محرُوم ماند از فضل رب

کیونکہ بے ادب انسان اللہ کے فضل سے محرُوم رہتا ہے۔ لہٰذا بے ادبوں کی صحبت سے بھی بچنا چاہئے کوئی شخص خواہ کتنا ہی عقل مند ہو لیکن اگر کسی بے ادب کے پاس رہتا ہے تو اس کے اندر بھی بے ادبی کے جراثیم پیدا ہو جائیں گے، اس لئے جس قوم نے یا جس طبقہ نے اکابر پر اعتراضات کئے ہیں ایسے لوگوں کے

لٹریچر سے، ایسے لوگوں کی صُحبت سے بچنا چاہئے ورنہ وہ جراثیم اس کے اندر بھی آجائیں گے اور یہ راستہ سارا اکابر کے اعتماد پر چلتا ہے۔ شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ بہت اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں بڑے علماء میں بھی ہیں۔ ایک مرتبہ شیطان نے ان سے کہا کہ مولانا صاحب کیا میری بخشش نہیں ہوگی آپ نے فرمایا تیری بخشش کیسے ہوگی تُو تو جہنمی ہے، مردُود ہے اس نے کہا کہ اگر میں قرآن سے ثابت کردوں کہ میری بھی بخشش ہو جائے گی تو! فرمایا کہ اچھا پڑھ کس آیت سے بخشا جائے گا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (اعراف) میری رحمت ہر شے پر وسیع ہے تو کیا میں شے نہیں ہوں میں بھی تو کوئی چیز ہوں اگرچہ ناچیز ہوں تو رحمت مجھ پر بھی وسیع ہو جائے گی بس میں بھی بخش دیا جاؤں گا۔

شیخ نے فرمایا کہ تو جہنمی ہے لیکن تجھ سے بحث نہیں کروں گا اور اپنے مُریدین کو حکم فرمایا کہ شیطان سے کبھی بحث نہ کرنا کیونکہ اگر شیطان سے بحث کرنا مفید ہوتا تو اللہ تعالیٰ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنے کا حکم نہ فرماتے بلکہ یہ حکم ہوتا کہ جب شیطان وسوسہ ڈالے تو اس کو لپٹ کر پٹک دینا یعنی تم بھی دلائل کے ساتھ اس سے بحث ومباحثہ ومناظرہ کر کے اس کے وسوسوں کا جواب دینا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بس تم اعوذ باللہ پڑھو میری پناہ مانگو کہ اے خدا اس شیطان مردُود سے مجھے پناہ نصیب فرما اس بات کو محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بہت عمدہ سمجھایا ہے کہ شیطان کی مثال اس کتے کی سی ہے جو بڑے لوگوں کے بنگلوں پر کھڑا رہتا ہے دُنیا میں جتنے بڑے لوگ کہلاتے ہیں ان کا کتا بھی بڑا ہوتا ہے بھیڑیا نسل کا "فارن کنٹری" سے منگاتے ہیں کہ فارنر کا اگر پلاٹ ہے تو کتا فارنر کا ہوتا ہے۔ جب کسی کو دیکھتا ہے کہ یہ بنگلہ میں آنا چاہ رہا ہے

تو بھونکنا شروع کر دیتا ہے اور اتنا زور سے بھونکتا ہے کہ قبض کشا گولی کی ضرورت نہیں پڑتی اس کا قبض ویسے ہی ٹوٹ جاتا ہے آنے والا پھر گھنٹی بجاتا ہے اور مالک مکان سے کہتا ہے کہ صاحب میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں مگر آپ کے کتے نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے اس کو خاموش کیجئے تو کتے کا مالک کوئی خاص لفظ خصوصی کوڈ استعمال کرتا ہے جس سے وہ دُم ہلاتا ہوا بیٹھ جاتا ہے۔ محدثِ عظیم ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ابلیس اللہ تعالیٰ کا کتا ہے، گیٹ آؤٹ کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے دربار سے باہر ہے مردود کیا ہوا جب دُنیا کے بڑے لوگ بڑے کتے پالتے ہیں تو اللہ میاں تو سب سے بڑے ہیں ان کا کتا بھی اتنا ہی بڑا ہے یہ وسوسے ڈالتا ہے اگر اس سے لڑو گے اور چپ کرنا چاہو گے تو وہ اور بھونکے گا جیسے کتے اور بھونکتے ہیں اگر کوئی ڈانٹنا شروع کرے اور خاموش کرنا چاہے تو یہ شیطان اللہ تعالیٰ کا کتا ہے یہ کسی کے قابو میں نہیں آسکتا جب تک کہ وہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم نہ پڑھے۔ لہٰذا اللہ سے کہو تو اللہ تعالیٰ پھر شیطان کو حکم دے دیتے ہیں اس کی برکت سے پھر شیطان اس پر قابو نہیں پاتا۔ اس لئے اللہ پاک نے خود اپنی ذات پاک سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے شیطان سے لڑنے کا حکم نہیں دیا۔

بہر حال عرض کرنا یہ تھا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے تو کسی مصلحت سے شیطان کو جواب نہیں دیا غالباً اس وقت اپنے مریدین کو ادب سکھانا تھا اور ان کی تربیت کے لئے وہی مناسب تھا لیکن فرمایا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے میری سمجھ میں اس کا جواب آگیا یہ نہیں کہا کہ یہ میرا کمال ہے اگر کوئی غیر تربیت یافتہ خشک ملا ہوتا تو کہتا کہ دیکھو شیخ ابنِ عربی کو جواب نہیں آیا میرا کمال ہے کہ مجھے جواب آگیا لیکن ہمارے بزرگوں کا کمال یہ ہے

کہ اپنے کو مٹایا۔ فرمایا کہ شیخ ابنِ عربی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس کا جواب ڈال دیا اور وہ یہ ہے کہ بے شک اللہ کی رحمت شیطان پر بھی وسیع ہے لیکن کیسے ؟ اس کو ایک مثال سے سمجھئے اگر کوئی شخص کسی کو سو جوتے مارنے کی طاقت رکھتا ہے لیکن اٹھانوے مار کر دو چھوڑ دیتا ہے تو اس کا کرم اور مہربانی اور اس کی رحمت ہے یا نہیں حکیم الامت فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ شیطان کو جہنم میں جتنا عذاب دیں گے اس سے زیادہ عذاب دینے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ قادر ہے کیونکہ اس کی قُدرت و طاقت لامحدُود و لامتناہی ہے پس جتنا عذاب شیطان کو دیں گے اس سے زیادہ عذاب دینے پر خدا قُدرت رکھتا ہے۔ اگر وہ قدرت اللہ تعالیٰ ظاہر کرتے تو اس کو عذاب اس سے بھی زیادہ شدید ہوتا پس جتنی قُدرت عذاب دینے کی ہے اتنا عذاب نہ دینا یہ بھی رحمت ہے اس طرح شیطان پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے سُبحان اللہ! کیا علوم ہیں ہمارے اکابر کے۔ اولئٰك اٰبائی فجئنی بمثلھم ایک صاحب نے کہا کہ ایک شخص مومن ہے لیکن کہیں جارہا تھا کہ اچانک اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا اور اسی وقت رُوح نِکل گئی کلمہ تو اس نے پڑھا نہیں تو کیا اس کا خاتمہ کلمہ پر ہوا ؟ ۔ حکیم الامت کا جواب سُنئے۔ فرمایا کہ آپ لوگ ایک گھنٹہ سے میری مجلس میں ہیں اور میری باتیں سُن رہے ہیں کیا اس وقت آپ لوگ کلمہ کا وِرد کر رہے ہیں یا میری باتیں سُن رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں صاحب ہم لوگ تو آپ کی باتیں سُن رہے ہیں۔ فرمایا کہ اس وقت آپ لوگ مُسلمان ہیں یا نہیں سب نے کہا کہ بے شک مسلمان ہیں۔ فرمایا کہ ایسے ہی وہ شخص جو مسلمان ہے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے کلمہ نہ پڑھ سکا تو مسلمان ہی مرے گا جب تک اسلام کے خلاف منہ سے کوئی کلمہ نہ نکلے اسلام باقی رہتا ہے ہاں کلمہ کے خلاف اگر کوئی

بات کہہ دی مثلاً راستہ چلتے ہوئے کہہ دیا کہ اللہ میاں کا وجود نہیں ہے۔ نعوذُ باللہ۔ اور ایکسیڈنٹ سے یا ہارٹ فیل ہونے سے اچانک مرگیا تو اب وہ کفر پر مرا لیکن اگر کوئی کلمہ خلافِ ایمان و اسلام نہیں نکلتا تو وہ حالتِ اسلام ہی میں ہے۔

ایک شخص نے حضرت حکیم الامت کو لکھا کہ میرے قلب میں کفر کے وسوسے آتے ہیں ایسے ایسے وسوسے آتے ہیں کہ میں ہندو ہو جاؤں یا عیسائی ہو جاؤں یا یہودی ہو جاؤں۔ عجیب عجیب کافرانہ خیال آتے ہیں جن کی وجہ سے مجھے تو اپنے ایمان ہی میں شبہ ہے تو حضرت نے اس کو لکھا کہ جب آپ کو کفر کے یہ وسوسے آتے ہیں تو آپ کا دل خوش ہوتا ہے یا صدمہ اور دُکھ ہوتا ہے۔ اس نے لکھا کہ دل کو سخت صدمہ ہوتا ہے تو فرمایا کہ پھر آپ پکے مسلمان ہیں ان وسوسوں پر دل کا دُکھنا اور کُڑھنا اور صدمہ ہونا دلیل ہے آپ کے ایمان کی۔ دُنیا میں کسی کافر کو اپنے کفر پر صدمہ اور افسوس نہیں ہے اگر افسوس ہو تو اپنے کفر پر قائم ہی کیوں رہے کافر کو اپنے کفر پر کبھی کوئی وسوسہ نہیں آتا لہٰذا ان وسوسوں سے آپ کے ایمان کو کوئی نقصان نہیں بلکہ آپ کا درجہ بلند ہو رہا ہے ہمارے ذمہ بس اتنا ہے کہ بُرے وساوس کو بُرا سمجھیں وساوس کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے سُپر ہائی وے پر ایک شہزادہ جا رہا ہے اس کی منزل حیدر آباد ہے ساتھ ہی گدھا گاڑی بھی جا رہی ہے اور ایک کتا بھی بھونکتا ہوا جا رہا ہے تو بتائیے کیا یہ کتے اور گدھے کا ہونا اس شہزادہ کے سفر میں کچھ مُضر ہوگا؟ سُپر ہائی وے پر اگر بادشاہوں کے ساتھ کتے اور بھنگی اور جمعدار چل سکتے ہیں تو مومن کا قلب بھی شاہراہ ہے اور وہ مثل شہزادہ کے اللہ کی طرف جا رہا ہے اس میں اگر وسوسے آتے ہیں تو کوئی فکر کی بات نہیں۔ بلکہ ان وسوسوں کو معرفت کا ذریعہ بنا لیجئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وسوسوں

اور خیالات کا ہجوم ہو تو کہو واہ کیا شان ہے اے اللہ آپ کی کہ ڈیڑھ چھٹانک کے دل میں آپ نے خیالات کا سمندر بھر دیا کیماڑی کا سمندر بھی بھرا ہوا ہے کلفٹن بھی ہے اور کشمیر کی پہاڑیاں بھی گھسی ہوئی ہیں سارا عالم ایک ذرا سے دل میں سمایا ہوا ہے ایک چھوٹی سی چیز میں خیالات کا سمندر چلا آرہا ہے تو فرمایا کہ یہ خیالات کا ہجوم جو شیطان نے ڈالا تھا اللہ سے دُور کرنے کو اس شخص نے بزرگوں کی تعلیمات کی برکت سے اس کو ذریعۂ معرفت اور ذریعۂ قُرب بنالیا تو پھر شیطان ہاتھ ملتا ہے اور افسوس کرتا ہُوا بھاگتا ہے کہ اس نے تو میرے وساوس کو بھی معرفت بنالیا یہ تو ایسا عاشق معلوم ہوتا ہے کہ جس نے ؎

آلام روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اُسے غمِ جاناں بنادیا

اس طرح وسوسوں کو ذریعۂ معرفت بنالیجئے اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَ ذِکْرَکَ ۔ اے اللہ میرے دل کے خیالات کو اپنا خوف اور اپنی یاد بنادے ۔ اور دُوسری ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے مشکوٰۃ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ (مشکوٰۃ باب فی الوسوسۃ ص۱۹) شکر ہے اس اللہ کا جس نے شیطان کے معاملہ کو اس کے مکر و کید کو صرف وسوسہ تک محدود کردیا اس سے زیادہ اس کو طاقت نہیں دی ورنہ مان لیجئے یہاں جو لوگ بیٹھے ہوئے دین کی بات سُن رہے ہیں اگر شیطان آتا اور سب کو اُٹھا اُٹھا کر سینما ہاؤس میں لے جاکر بٹھا دیتا تو بڑی مشکل میں جان پھنس جاتی لوگ کہتے کہ بھائی ہم تو گئے تھے خانقاہ میں اللہ کی بات سُننے مگر وہاں شیاطین کا ایک لشکر آیا اور سب کو

اُٹھا اُٹھا کر وی سی آر اور سینما ہاؤس میں بٹھا دیا۔ شیطان کو اگر یہ طاقت ہوتی تو بتائیے ہم کتنی مشکل میں پھنس جاتے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شکر ادا کرو، کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک ہیں۔ عربی میں یاد رہے تو سبحان اللہ ورنہ اُردو ہی میں کہہ لیجئے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے شیطان کے کید کو، اس کی طاقت کو صرف خیالات اور وسوسہ ڈالنے تک محدود کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر سکھایا اور شکر سے اللہ کا قرب ملتا ہے پس وسوسہ کو ذریعۂ قرب و معرفت بنا دیا کہ شکر ہے کہ شیطان صرف خیالات اور وسوسہ ڈال سکتا ہے تم کو عمل پر مجبور نہیں کر سکتا۔ گندا تقاضا دل میں پیدا ہوا آپ اس پر عمل نہ کیجئے بالکل آپ کا تقویٰ قائم ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کا روزہ ہے جون کا مہینہ ہے شدید پیاس لگ رہی ہے بار بار دل چاہتا ہے کہ پانی پی لوں مگر پیتا نہیں بتائیے روزہ اس کا ہے یا نہیں۔ کیا پانی پینے کے وسوسوں سے اس کا روزہ ٹوٹ گیا؟ پانی پینے کے لاکھ تقاضے ہوتے رہیں جب تک پئے گا نہیں روزہ اس کا قائم ہے۔ بلکہ اس کو ڈبل اجر مل رہا ہے تقاضہ کی وجہ سے، پیاس کی وجہ سے اسی طرح گناہ کے لاکھ وسوسے آئیں جب تک گناہ نہیں کرے گا یہ شخص بالکل متقی ہے وسوسہ سے تقویٰ میں ہرگز کوئی نقصان نہیں آئے گا سبحان اللہ، یہ ہمارے باپ داداؤں کے علوم ہیں اولٰئك اٰبائی فجئنی بمثلھم۔ لہٰذا گناہوں کے تقاضوں پر آپ بس عمل نہ کریں لاکھ تقاضے ہوں تو آپ کا تقویٰ بالکل ٹھیک ہے دیکھئے اس وقت بھی سب کے پیٹ میں کچھ نہ کچھ پاخانہ ہوگا۔ ابھی ایکسرے کرا لیجئے تو نظر بھی آجائے گا لیکن جب تک گندگی باہر نہ نکلے آپ کا وضو ہے اس طرح دل میں گندے خیالات آئیں اس میں مشغول نہ ہو اس پر

عمل نہ ہو بس آپ کا تقویٰ قائم ہے۔ دین کتنا آسان ہے۔ ؎

جو آسان کر لو تو ہے عشق آساں
جو دُشوار کر لو تو دُشواریاں ہیں

دین تو بہت آسان ہے ہم خود اس کو دُشوار کرتے ہیں، میں عرض کرتا ہوں کہ جس شخص نے بھی شیطان کے وسوسوں کا جواب دیا پاگل ہو گیا ایک وسوسہ کا جواب دیا اس نے دُوسرا پیش کر دیا اب رات بھر بیٹھے ہُوئے وسوسوں کا جواب دے رہے ہیں بتائیے کیا ہوگا دماغ خراب ہوگا یا نہیں، آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کو جواب ہی مت دیجئے بس یہی کہیئے کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تُو نے اس کا اختیار وسوسہ ڈالنے تک ہی رکھا اور بزرگوں کے پاس آئیے جائیے ان کی صحبتوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابلیس کے تمام مکر و کید کو ختم کر دیتا ہے کیونکہ اہل اللہ اسمِ ہادی کے مظہر ہیں اسمِ ہادی کی تجلّی ان پر ہوتی ہے ان کے پاس بیٹھنے والوں پر بھی وہ تجلّی پڑ جاتی ہے جس سے ان کو ہدایت ہو جاتی ہے اور ابلیس اللہ تعالیٰ کے اسمِ مضل کا مظہر ہے گمراہ کرنے کی طاقت کا ظہور اس پر ہوتا ہے لہٰذا گمراہ لوگوں سے بھاگئے اور اللہ کے خاص بندوں کی صحبت میں رہیئے جو بزرگانِ دین کے صحبت یافتہ ہیں اسمِ مضل کے مقابلہ میں اسمِ ہادی کے سائے میں آجائیے جس شخص کو دیکھو کہ اس نے بزرگوں کی صحبت نہیں اُٹھائی چاہے مطالعہ اس کا بہت وسیع ہو ہرگز اس کی صحبت میں نہ بیٹھئے۔ میں نہایت اخلاص کے ساتھ کہتا ہوں کسی تعصب سے نہیں، جو اپنے بزرگوں سے سُنا ہے وہی سُنا دیتا ہوں عمل پر تو ہم آپ کو مجبور نہیں کر سکتے لیکن جو اپنے بزرگوں سے سُنا ہے وہ سنا تو سکتے ہیں اور ان کا اخلاص و للّٰہیت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ تو ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ جن لوگوں نے بزرگانِ دین کی صحبتیں نہیں اُٹھائیں، صحبت یافتہ نہیں ہیں

تربیت یافتہ نہیں ہیں جو مربَّہ نہیں بنے ان کو اگر اپنا مربّی بناؤ گے تو بس فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے اس لئے ہر ایک کی کتابیں بھی نہ پڑھیئے۔ حکیم الامت مجدّد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اپنے بزرگوں سے پُوچھو کہ ہم کون سی کتاب پڑھیں اور کون سی نہ پڑھیں آپ خود دیکھ لیجئے حضرت حکیم الامت کی تعلیمات میں یہ بات موجود ہے ان بزرگوں کی کتابیں دیکھئے جنہوں نے بزرگوں کی صحبتیں اُٹھائی ہیں اور تمام عُلماء جن کی تائید کرتے ہیں مثال کے طور پر جیسے مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر لکھی ہے معارف القرآن۔ ایسے صحبت یافتہ بزرگوں کی تفسیریں اور کتابیں دیکھئے ورنہ اگر کسی غیر تربیت یافتہ خُود ساختہ مفسر کی تفسیر یا تصنیف دیکھی تو بس پھر سمجھ لو کہ خطرہ میں پڑ جاؤ گے ایمان ہی کے لالے پڑ جائیں گے کبھی انبیاء علیہم السلام پر اس کا گستاخ قلم اُٹھ جائے گا کبھی صحابہ پر۔ ایسی نئی چیزیں نکال دے گا کہ قرآن کو، دین کو، جو میں نے سمجھا ہے کسی نے سمجھا ہی نہیں، بیک قلم سب کی تنقیص کر دے گا ایسے صاحبِ قلم قابلِ سرقلم ہیں اس لئے ہمارے بزرگوں نے یہ خاص نصیحت کی ہے کہ جب تک یہ معلوم نہ کر لو کہ یہ شخص کس شخص کا صحبت یافتہ ہے ہرگز اس کی صحبت میں مت بیٹھو نہ اس کی تصانیف پڑھو چاہے وہ بظاہر بیعت بھی کرتا ہو اس سے پُوچھو کہ اس نے بھی کسی سے بیعت کی ہے یا نہیں کسی کو اپنا بابا اور مربی بنایا کہ نہیں اگر وہ کہہ دے کہ میرا کوئی بابا نہیں، میں خود مادر زاد بابا پیدا ہُوا ہوں تو پھر سمجھ لیجئے کہ یہ کیسا شخص ہے اسی لئے میں کہتا ہوں لا تاخذوہ بابا من لا بابا لہ ، اس کو ہرگز بابا مت بناؤ جس کا کوئی اگلا بابا نہ ہو کیونکہ خاندان سے اس کا رشتہ بالکل کٹا ہُوا ہے جس لوٹے سے پانی پینا چاہتے ہو پہلے جھانک کر دیکھو کہ اس کے اندر کیا ہے کیونکہ لوٹے میں جو کچھ ہوگا وہی ٹونٹی سے آئے گا۔ اگر صاف پانی ہے تو صاف آئے گا اور اگر پانی میں گندگی ملی ہُوئی ہے تو ٹونٹی سے بھی وہی

گندا پانی آئے گا مُسلم شریف میں حضرت ابن سیرینؒ کا قول منقول ہے فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ (صحیح مسلم ج ۱ ص۱۱) یہ علم دین ہے پس خوب دیکھ لو تحقیق کر لو کہ تم کس شخص سے دین حاصل کر رہے ہو۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا ہے کہ جس سے دین سیکھ رہے ہیں اس نے کس سے سیکھا ہے اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ (مسلم ج ۱ ص۱۲ قول عبداللہ بن مبارک) اسناد کی دین میں خاص اہمیت ہے میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ فرماتے تھے کہ میں نے مثنوی حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانویؒ سے پڑھی اور اُنہوں نے حضرت حاجی صاحب سے پڑھی اور الحمدُ للہ میں نے شاہ عبدالغنی صاحب سے پڑھی۔ دیکھئے سند دیکھنی پڑتی ہے یا نہیں اس سے اعتماد پیدا ہوتا ہے کہ اِن کے استاد فلاں اُن کے استاد فلاں ہیں اور اگر کسی سے نہیں سیکھا محض ذاتی مطالعہ سے حاصل کیا ہے تو پھر وہ ایسے ہی ترجمہ کرے گا جیسے کسی نے کتاب میں دیکھا کہ نماز ہلکے پڑھو لہٰذا وہ پوری نماز میں ہل رہا تھا حالانکہ لکھا تھا کہ نماز ہلکی پڑھو پہلے زمانہ میں ی کو لمبا کھینچ کر "ے" لکھ دیتے تھے تو اس نے ہلکی کو پڑھا ہلکے اب جناب نماز میں ہل رہے ہیں کسی کو اُستاد بنایا نہیں تھا کہ پُوچھ لیتا۔ کتاب دیکھ کر دین سیکھنے والوں اور دین سکھانے والوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ خود بھی ہلیں گے آپ کو بھی ہلا دیں گے۔

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے عجیب بات فرمائی کہ ایک شخص کسی سے کچھ کہتا ہے وہ کان پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کیا کہا؟ اس کے معنی ہیں کہ دوبارہ کہئے میں نے نہیں سُنا اور وہی شخص اگر اسی جُملہ کو کہتا ہے سینہ تان کر آنکھیں نکال کر کیا کہا، اب دیکھئے دونوں جُملوں کے معنی بدل

گئے یا نہیں اگرچہ الفاظ وہی ہیں لیکن جس نے سینہ تان کر کہا کیا کہا" اس کے معنی ہوئے کہ کیا بکواس کرتے ہو میں تمہاری پٹائی کردوں گا لیکن یہ بات کون بتائے گا؟ وہی لوگ جو وہاں موجود تھے اور جنہوں نے کہنے والے کو دیکھا ہے جن شاگردوں نے اُستاد کی زندگی کو دیکھا ہے وہی اُستاد کے کلام کا مفہوم متعین کر سکتے ہیں۔حدیث ہرگز وہ شخص نہیں سمجھ سکتا جو صحابہ کرام سے مستغنی ہوگا جو شاگردِ اوّل ہیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ جنہوں نے آپ کا لب و لہجہ آپ کا اندازِ بیان، آپ کی آنکھوں کی سُرخیاں، آپ کا چہرۂ مُبارک دیکھا ہے بتلائیے ان کے بغیر مفہوم متعین ہو سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ سوائے عذاب و پریشانی و حیرانی کے اس شخص کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا جو بزرگوں سے مستغنی ہوتا ہے، ساری زندگی ناک رگڑ کر تسبیحات پڑھ لو لیکن جب تک کسی شیخ سے تعلق نہیں ہوگا اس کے مشورہ کے مطابق عمل نہیں ہوگا کامیابی نہیں ملے گی مگر بھائی شرطیہ ہے کہ شیخ شیخ ہو تبع سنّت و شریعت ہو گنجیڑی بھنگیڑی سٹہ باز نہ ہو آج کل لوگ ایسوں کو بھی شیخ بنا لیتے ہیں جو سمندر کے کنارے لنگوٹی باندھے راکھ ملے ہوئے سٹہ کا نمبر بتا رہے ہیں روزہ نماز کچھ نہیں کیونکہ نماز تو کعبہ شریف میں پڑھ لیتے ہیں پھر یہاں کیوں پڑھیں ان سے کہو کہ جب نماز کعبہ میں پڑھتے ہو تو کعبہ ہی میں زمزم پی لو وہیں کھجور کھا لو ایسا مبارک کھانا چھوڑ کر یہاں کیوں کھاتے ہو، ہم اب کھانا نہیں دیں گے۔ تین دن کے بعد پھر کراچی ہی میں پڑھے گا نماز۔

غرض کوئی بات ہو اپنے نفس پر عمل نہ کیجئے۔ جو چیزیں کھٹکتی ہوں چاہے کہیں سُن بھی لیا کہ بھائی اس معاملہ میں کچھ گنجائش ہے، سُنی سنائی بات پر عمل نہ کیجئے۔ اگر شیخ عالم ہے تو اس کو خط لکھئے کہ میرا ایک عمل ہے، میں ایسا کرتا ہوں۔ اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے عالی ہے اور اگر شیخ بہت بڑا عالم و مفتی نہیں ہے

تو اہلِ فتاویٰ سے رجوع کیجئے۔ لیکن اپنی طبیعت سے مسئلے مت بنائیے ورنہ سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی ایک مسئلہ میں بھی شریعت کے خلاف چلے گا تو اس کا سلوک طے نہیں ہو سکتا، نہ اس کے وظیفوں میں اثر آسکتا ہے۔ خدا جزائے خیر دے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو۔ فرمایا کہ جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے اور وظیفے خوب پڑھ رہے ہیں تو وظیفوں میں اثر کیسے آئے۔ وظیفوں سے رحمت کا ٹرک آگیا اور گناہ اور نافرمانی سے خدا کے غضب کا ٹرک سامنے کھڑا ہو گیا اور سائیڈ نہیں دے رہا ہے۔ آپ بتلائیے کہ سلوک طے ہوگا اس کا۔ اللہ تعالیٰ ولی اسی کو بناتا ہے جو صاحبِ تقویٰ ہوتا ہے۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ شیطان جب دیکھتا ہے کہ یہ شخص فلاں جگہ سے دین سیکھتا ہے تو اس کے دل میں اس دینی مربی سے کوئی نہ کوئی بدگمانی ڈال دیتا ہے۔ پھر وہ آنا جانا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ بدگمانی ڈال کر دینی مرکزوں سے اور دین کے خادموں سے دُور کر دیتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اگر کسی دینی خادم سے آپ کو مناسبت نہیں ہے اس کے پاس مت جائیے۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر شیخ کو اپنا شیخ تسلیم کرلیں۔ اگر غلطی سے اصلاح کا تعلق بھی کر لیا تو آپ شیخ بدل دیجئے۔ کسی دُوسرے شیخ کے پاس جائیے۔ لیکن بلا دلیل بدگمانی نہ کیجئے۔ اس کی غیبت بھی نہ کیجئے۔

بدگمانی پر اب میں آپ کو ایک واقعہ سُناتا ہوں۔ الہ آباد میں حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے ایک مُرید جن کا یہاں کراچی میں جنرل اسٹور بھی ہے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک بہت بڑے افسر کو مولانا کی خدمت میں لے گیا کہ یہ مولانا سے متاثر ہو جائے گا اُن سے استفادہ کرنے لگے گا، گناہ چھوڑ دے گا، اللہ والا بن جائے گا۔ عشاء کے بعد وہاں گئے۔ اس وقت مولانا

بادام اور پستہ کھا رہے تھے۔ دُعا وغیرہ کے بعد جب واپس ہُوئے تو راستہ میں انہوں نے بڑی اُمیدوں کے ساتھ پُوچھا کہ جناب مولانا کی زیارت سے آپ پر کچھ اثر ہُوا، کچھ اللہ کی محبت میں اضافہ ہُوا آپ مولانا سے کچھ متاثر ہُوئے ؟ تو کہنے لگے جو تاثر پہلے تھا وہ بھی ختم ہوگیا۔ کہنے لگے کیوں ؟ کہا کہ اللہ والے تو وہ ہیں جو سُوکھی روٹی پانی میں ڈال کر کھاتے ہیں، یہ بادام و پستہ اُڑا کر اللہ والے کیسے ہوگئے۔ بتائیے حد ہے اس جہالت کی۔ انہیں جہالتوں سے شیطان راستہ مارتا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ذکر کرنے والا دُودھ نہیں پئے گا، سَر میں تیل نہیں لگائے گا اور دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی تو خدا کے یہاں اس کی پکڑ ہوگی کہ تم نے ہماری دی ہُوئی مشین استعمال کی مگر اس میں تیل کیوں نہیں ڈالا۔ جسم اللہ کی امانت ہے۔ اگر یہ جسم خدا کی امانت نہ ہوتا اور ہم خود اپنی جان کے مالک ہوتے تو خودکشی جائز ہوجاتی۔ یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ ہم ان کے ہیں، امانت دار ہیں اپنے جسم کے ہم مالک نہیں ہیں اس لئے اپنی جان کو ہلاک نہیں کرسکتے، اسی لئے خودکشی حرام ہے۔

تو میرے دوست نے ہنس کر کہا کہ پستہ بادام کھانے سے وہ بدگمان ہوگئے اور کہا کہ ہم نے تو یہی سُنا تھا کہ اللہ والے سُوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے ہیں۔ ہاں کھاتے تھے کسی زمانہ میں جبکہ ہر سال خُون نکلوانا پڑتا تھا۔ آج سے سات آٹھ سو برس پہلے ایک زمانہ ایسا تھا کہ انسان کے جسم میں اتنا خون ہوتا تھا کہ اگر وہ سال میں خون نہ نکلواتے تو سَر میں درد رہنے لگتا تھا اور رگیں تڑپنے لگتی تھیں۔ اب زمانہ آگیا خُون چڑھوانے کا، کمزوری کا۔ "میڈ اِن ڈالڈا" ہوگیا انسان۔ اب اصلی گھی ملتا ہے ؟ ارے گھی کیا ملے گا اب تو اصلی ہَوائیں نہیں ملتیں۔ ڈیزل بھری ہَوائیں ہیں کراچی کی۔ اس زمانہ میں اگر ہم اچھی غذا نہ کھائیں گے

تو دین کی خدمت کیسے کریں گے ۔ حکیم الامت اپنے زمانہ میں آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے پانچ روپے کا خالی ناشتہ کیا کرتے تھے ۔ اُس زمانہ کا پانچ آج کا پچاس ہے یا نہیں اور کیا کرتے تھے ناشتہ ؟ موتی کا خمیرا ، بادام مغزیات اور ایسی تمام قیمتی چیزوں کا ہوتا تھا وہ ناشتہ ۔ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ پندرہ سو کتابوں کے مصنف حضرت حکیم الامت جب تصنیف فرماتے تھے تو بادام پیس کر اس کی ٹکیہ سر پر رکھتے تھے ، چار چار گھنٹے تک کتاب لکھ رہے ہیں اور دماغ بادام کا تیل چوس رہا ہے ۔ ورنہ اتنا بڑا کام ہوتا؟ اگر جان نہ ہو تو کہاں سے جان دے کوئی ۔ بھئی قُربانی کے بکرے کو بھی تو موٹا تازہ ہونا چاہیئے نا ! اپنے کو اگر ہم موٹا تازہ نہ کریں تو ہماری قُربانی مُریل ڈنگر کی قربانی ہوگی ۔ اس لئے اگر اچھا کھائیے تو اللہ کے لئے کھائیے ۔ مُرغی کا سُوپ پیجئے ، انگور کھائیے لیکن خدا کی راہ میں اپنی طاقت کو فدا کیجئے ۔ اپنی طاقت کو بیلوں کی طرح مسٹنڈے ہو کر غیر اللہ کی محبّت میں اور اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرنا ناشکری ہے ۔ اپنی طاقت اور پہلوانی کو اللہ کی راہ میں فدا کیجئے ۔

پہلوانی پر یاد آیا کہ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے قصّے سُناتے تھے کہ جب ان کی یاد آتی ہے تو دل تڑپ جاتا ہے کہ ہائے

اُڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گیا پَر ہاتھ میں

ایک دفعہ کچھ قصّے پہلوانوں کے بیان کئے اور یہ واقعہ سُنایا کہ حضرت جُنید بغدادی بھی پہلوان تھے ۔ اس وقت وہ اللہ والے نہیں تھے صرف پہلوانی کی روٹی کھاتے تھے ، شاہی پہلوان تھے ۔ کُشتی جیت لی اور شاہ کے خزانے سے پاگئے لاکھ روپے ۔ جب کھاپی گئے اور پیسہ ختم ہُوا تو پھر کہیں کُشتی لڑلی ۔

ایک دفعہ ایک نہایت کمزور سید صاحب آئے اور کہا کہ میں جُنید بغدادی سے کُشتی لڑوں گا۔ سب ہنسنے لگے کہ بھائی آپ تو بڑے میاں ہیں اور کمزور بھی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ دیکھنا میں ایسا داؤ ماروں گا کہ جُنید بغدادی بھی یاد کریں گے حالانکہ اتنے کمزور تھے کہ چلنے میں کانپ رہے تھے۔ بادشاہ نے منظور کرلیا۔ جب اکھاڑے میں جُنید بغدادی اُترے تو وہ بڑے میاں بھی اُترے کانپتے ہُوئے لیکن کان میں کہا کہ دیکھو میں سید ہوں۔ میری اولاد کو فاقے ہورہے ہیں۔ اگر تم آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی محبت میں، نبی کی محبت میں اپنی آبرو کو ہار جاؤ تو یہ انعام مجھے مل جائے گا۔ تمہاری آبرو تو جائے گی لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے خوش ہوجائیں گے۔ بس اتنا سُنتے ہی یہ سودا سستا سمجھا جنید بغدادی نے ؎

محبت کی بازی وہ بازی ہے دانش
کہ خُود ہار جانے کو جی چاہتا ہے

بس اُنہوں نے زور دکھانے کی کچھ ایکٹنگ کی جس کو نُورا کشتی کہتے ہیں اور گر گئے دھڑسے۔ جب وہ گر گئے تو بڑے میاں چڑھ گئے اور مکے بھی مار رہے ہیں مگر وہ اللہ کی محبت میں برداشت کر رہے۔ بڑے میاں سارا انعام لے گئے۔ اسی رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اے جُنید تُو نے میری محبت میں اپنی عزت کو بیچا ہے۔ میں تیری عزت کا سارے عالم میں ڈنکا پٹوا دوں گا، آج سے تیرا نام اولیاء اللہ میں شمار کرلیا گیا۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا دوستو کہ بدگمانی بہت بڑی خطرناک بیماری ہے اس سے بچئے۔ بدگمانی سے شیطان محرُوم کردیتا ہے دینی خادموں سے۔ اس کی اب میں اور وضاحت کرتا ہوں۔ مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانی کی

ٹونٹی میں کسی نے پاخانہ لگا دیا اور اس کے بعد گلاس میں پانی لے کر پینے لگا تو کہتا ہے کہ اوہو ! بڑی بدبو ہے آج تو پانی میں۔ کے ڈی اے نے دھوکہ دے دیا۔ ارے کے ڈی اے نے دھوکہ نہیں دیا۔ آپ نے جو ٹونٹی میں پاخانہ لگایا ہے یہ اس کی بدبُو ہے۔ پانی تو صاف آرہا ہے۔ اسی طرح اپنی بدگمانی کی وجہ سے انسان کو دین کے خادم حقیر اور بُرے نظر آتے ہیں۔ بُرائی ان میں نہیں ہے بلکہ خُود اس میں ہے جو بدگمانی کر رہا ہے۔ اس بدگمانی سے حق اس کو باطل نظر آرہا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ جب اللہ کا فضل نہیں ہوتا تو اچھی چیز بُری نظر آنے لگتی ہے دیکھئے حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مُبارک میں سُورج چلتا ہُوا نظر آتا ہے اور ابُوجہل کہتا تھا کہ میں نے ایسی بُری شکل دنیا میں نہیں دیکھی۔ نعوذ باللہ۔ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قلبِ مُبارک پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا تو ان کی بصیرتِ صحیحہ کی وجہ سے ان کی بصارت بھی صحیح فیصلہ کر رہی تھی اور ابوجہل اس فضلِ الٰہی سے محروم تھا اس کی اندھی بصیرت کی وجہ سے اس کی بصارت بھی غلط فیصلہ کر رہی تھی۔

اب دُوسری وضاحت سُنئے۔ ایک عورت اپنے بچّہ کا استنجا کرا رہی تھی۔ عورتیں چھوٹے بچّے کا پاخانہ ہاتھ سے دھوتی ہیں۔ اتنے میں معلوم ہُوا کہ چاند نظر آگیا وہ بھی جلدی سے چاند دیکھنے لگی اور عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنی اُنگلی کو ناک پر رکھ لیتی ہیں تو دُوسری عورت سے اس نے کہا کہ بہن اس دفعہ تو عید کا چاند بہت ہی سڑا ہُوا نکلا ہے، سخت بدبُو ہے۔ اس نے کہا کہ بے وقوف چاند میں بدبو نہیں ہے، تیری اُنگلی میں بدبو ہے جس پر بچّہ کا پاخانہ لگا رہ گیا ہے تُو اپنی اُنگلی دھولے۔ ان قصّوں کو قصّے نہ سمجھئے، یہ عبرت کی داستانیں ہیں۔ ان سے سبق لیجئے ورنہ اہل اللہ کا چراغ کوئی نہیں بُجھا سکتا۔ میں پھر بانگِ دہل کہتا ہوں کہ

حق تعالیٰ جس چراغ کو روشن کرنا چاہتا ہے اسے کوئی نہیں بجھا سکتا ایسے ایسے بدگمانی کرنے والے مر گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کو چمکانے کا فیصلہ کر لیا اس کو کوئی نہ بجھا سکا۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
برآں کو تف زند ریشش بسوزد

جس چراغ کو اللہ روشن کرتا ہے جو اس کو پھونک مار کر بجھانا چاہتا ہے خود اس کی ہی داڑھی جل جاتی ہے۔

اللہ اپنے خاص بندوں کا چراغ ضایع نہیں ہونے دیتا اس لئے ساری دُنیا کی وہ پرواہ نہیں کرتے۔ بس اولیاء اللہ کو اور ان کے خادموں کو ایک ہی غم ہوتا ہے کہ کہیں اللہ تو ہم سے ناراض نہیں ہے۔ اس غم کے ہوتے ہوئے ساری دُنیا کے غموں سے وہ آزاد ہوتے ہیں۔

اب آپ کو ایک واقعہ اور سُناتا ہوں۔ ایک حبشی، موٹے موٹے ہونٹ، لمبے لمبے دانت والا افریقہ کے جنگل میں جا رہا تھا۔ راستہ میں کسی کا آئینہ گر گیا تھا۔ اس میں اس کو اپنی شکل نظر آئی۔ دیکھا کہ کالے رنگ کا ایک آدمی بڑے بڑے دانت موٹے موٹے ہونٹ سامنے ہے آئینہ کے اندر۔ تب بڑی زور سے ڈانٹتا ہے آئینہ کو کہ کمبخت یہ تیرے کالے کالے موٹے موٹے ہونٹ اور ایسی خراب شکل ہے جبھی تجھے کوئی جنگل میں پھینک گیا ہے۔ اگر تو حسین ہوتا تو تجھے الماری میں سجا کر رکھتا۔ مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں کہ اس حبشی کو آئینہ میں اپنی شکل نظر آئی لیکن وہ آئینہ کو بُرا سمجھ رہا تھا اسی طرح جو لوگ دین کے خادموں کے متعلق بلا دلیل شرعی محض اپنے خیالات سے بدگمانی کرتے ہیں وہ اصل میں ان کے باطن کی شکل ہوتی ہے جو ان کو اللہ والوں میں نظر آتی ہے۔ اس لئے اس

بیماری سے خاص طور پر پناہ مانگئے۔ بزرگانِ دین اور علماء ربانین سے بدگمان نہ ہوں۔ پھر دیکھئے کتنا ملتا ہے۔ جس کو جتنا ہی زیادہ حسن ظن ہوتا ہے بزرگانِ دین سے اس کو اتنا ہی زیادہ فیض ہوتا ہے۔ یہ بات شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ضیاء القلوب میں لکھی ہے کہ جس کو اپنے دینی مربیوں سے جتنا زیادہ نیک گمان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس کو اپنا فضل اور رحمت اور فیض عطا کرتے ہیں اور حسن ظن تو ہر مومن سے ہونا چاہئے لیکن جو دین کے خادم ہیں ان سے اگر حسن ظن نہیں ہوگا تو ایسے شخص کا تو راستہ مارا گیا، اسے کچھ نہیں ملے گا۔

اب اس کی ایک اور مثال عرض کرتا ہوں۔ مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں کہ چند باتوں کا علم ہو جانے سے بعض لوگوں کو شیخ المشائخ بننے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے یعنی وہ دین کے بڑے بڑے خادموں کی بھی اصلاح شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ان کو سوچنا چاہئے کہ انسان ہر ایک کو تو شیخ نہیں بناتا جس سے اس کی مناسبت ہوتی ہے، اس کا رُوحانی گروپ ملتا ہے اس کو اپنا بڑا بناتا ہے لہٰذا ہر آدمی دوسرے کا شیخ بننے کی کوشش نہ کرے۔ اس پر ایک قصہ سُناتا ہوں بہت مزے دار۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ایک چُوہا جا رہا تھا اور اس کے قریب ہی ایک اُونٹ بھی جا رہا تھا جس کے گلے کی رسی زمین پر لٹک رہی تھی اس کی رسّی چُوہے نے اپنے دانت سے دبالی اور اس کے آگے آگے چلنے لگا۔ اُونٹ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ چُوہے نے سمجھا کہ اتنا بڑا مُرید آج میرا شکار ہو گیا۔ میرا جسم تو چھوٹا سا اور اُونٹ اتنا بڑا بس اس نے فخر سے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ اب میری شخصیت چمک جائے گی اُونٹ جیسا دیو ہیکل، دیو قامت بھی آج میرا غلام بنا ہُوا ہے۔ اُونٹ بیچارہ اپنی قوت سے نزول کر کے آہستہ آہستہ اس کے

ساتھ چل رہا تھا کہ ذرا چوہے صاحب کو دیکھتا ہوں کہ کب تک یہ ہماری مُرشدی اور پیری کرتے ہیں۔ جب آگے ایک دریا پڑا تو اب چوہا وہیں رُک گیا۔ اُونٹ نے کہا کہ شیخ صاحب! جب آپ نے خشکی میں میری رہنمائی فرمائی ہے تو پانی میں بھی آپ میرے پیر رہئے آپ رُک کیوں گئے ذرا آگے چلئے۔ چوہے نے کہا کہ حضور! پانی میں تو میری ہمت نہیں ہوتی۔ اُونٹ نے کہا اجی کوئی بات نہیں ابھی میں چلتا ہوں اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تو اس کے گھٹنے تک پانی تھا۔ اس نے کہا کہ اے میرے پیارے مُرشد! گھبرامت ارے مُرید کے گھٹنے تک ہی تو پانی ہے۔ چوہے نے کہا ارے جہاں تک تیرے گھٹنے کا پانی ہے وہ تو میرے سر سے کئی فٹ اُونچا ہو جائے گا۔ میرے لئے تو وہ ایسا ڈباؤ ہے کہ اس میں میری کئی پشتیں ڈوب جائیں گی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو چھوٹے اور نااہل اپنے اکابر کے مصلح اور رہبر بننا چاہتے ہیں ان کا حال اسی چوہے کی مانند ہے جو اُونٹ کی رہبری کر رہا تھا لہٰذا فرماتے ہیں کہ اس حماقت میں نہ پڑو۔

ایک ذرہ نے پہاڑ سے کہا کہ اے پہاڑ! میں ذرا تجھ کو آزماؤں گا اپنی ترازو میں تجھ کو تولوں گا۔ پہاڑ نے کہا کہ اے ذرے! جب تُو مجھے اپنی ترازو پر رکھے گا تو تیری ترازو ہی پھٹ جائے گی تُو مجھے وزن نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اپنے مربیوں کو جن کی صحبتوں میں باادب بیٹھتے ہو جانچو مت۔ حسنِ ظن سے فائدہ اُٹھائیے اگر ان سے فائدہ اُٹھانا ہے تو حُسنِ ظن سے اُٹھا سکتے ہو اور اگر مناسبت نہیں ہے تو نہ اپنا وقت ضایع کرو اور نہ اس کا ضایع کرو۔ ہاں تو کسی شخص کو، کسی صاحبِ نسبت اللہ والے سے مناسبت نہیں ہے، اس کو وہاں اللہ کی محبت میں اضافہ نہیں ہوتا اور دل میں بُرے خیالات آتے ہیں کہ

یہ شخص تو کچھ بھی نہیں، بالکل چکر باز معلوم ہوتا ہے تو ایسے شخص کو وہاں جانا اپنی زندگی کو ضائع کرنا ہے۔ بھئی جب خون کا گروپ نہ مل رہا ہو تو اس کا خون چڑھانا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ اس مربی کو چھوڑ کر اس شخص سے تعلق کرو جس سے تمہارے خون کا گروپ مل رہا ہو یعنی جس سے مناسبت ہو۔ البتہ گستاخی اور بدگمانی کسی سے نہ کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے راستہ کی بُنیاد سر سے پیر تک ادب پر ہے۔ حکیم الامت نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر اپنے شیخ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آرہی ہو، اس کی اصلاحات، اس کی گرفت، اس کا احتساب سمجھ میں نہ آرہا ہو تو سمجھنا چاہئے کہ شیخ جس مقام سے بول رہا ہے اس مقام تک میری رسائی نہیں ہے، ہم اس مقام تک نہیں پہنچے جس مقام سے شیخ دیکھ رہا ہے۔ یہ وہ سبق ہے جو کہ اکسیر ہے۔ اس پر عمل کرے تو آدمی کبھی گمراہ نہیں ہوسکتا۔

اس پر اب ایک قصہ سُناتا ہوں۔ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سگے بھائی مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تھانہ بھون میں ایسا زبردست وعظ بیان کیا کہ سارا مجمع جُھوم گیا۔ ایسا وعظ تھا کہ جیسے حکیم الامت بول رہے ہوں۔ لوگوں نے حضرت کو بتایا کہ حضرت آج تو آپ کے بھانجہ نے کمال کر دیا۔ مولانا سعید احمد نے ایسا بیان کیا جیسے آپ کا بیان ہوتا ہے۔ حضرت سمجھ گئے کہ اتنی تعریفیں سُن کر نفس تو پھُول گیا ہوگا۔ سوچا کہ ابھی دیکھتا ہوں کہ شکل پر آخر کیا اثر ہے کیونکہ جب نشہ آتا ہے کبر کا، بڑائی کا تو چال میں، آنکھوں میں اور چہرہ پر اس کے اثرات آجاتے ہیں جیسے بخار آجائے تو بخار تو جسم کے اندر ہوتا ہے لیکن چہرہ بھی لال ہوجاتا ہے جب غصہ آتا ہے تو آنکھیں لال ہوجاتی ہیں، آنکھوں کی سُرخی بتاتی ہے کہ خیریت نہیں ہے۔

لہٰذا اس دن مولانا سے چلنے میں تھوڑی سی غلطی ہوگئی۔ مجمع سے گزرتے ہُوئے کسی کے پیر لگ گیا۔ بس حضرت نے اتنا ڈانٹا کہ نالائق بے وقوف ایذاء رسانی کرتے ہو ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔ تمہارا پیر کیوں لگا اس سے۔ اور نہ جانے کیا کیا فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے پُوچھا کہ حضرت غلطی تو ذرا سی تھی اور انہوں نے جان بُوجھ کر بھی نہیں کی۔ چلنے میں ذرا سا پاؤں لگ گیا بغیر ارادہ کے، مگر آپ نے اتنا کیوں ڈانٹا۔ یہ تو اتنی بڑی غلطی نہیں تھی فرمایا کہ غلطی واقعی اتنی بڑی نہیں تھی لیکن مجھے ایک پچھلے مادّہ کا آپریشن کرنا تھا جو وعظ کے بعد ان کے دل میں کبر و عجب کا پھوڑا پیدا ہوگیا تھا مجھے اس پر نشتر لگانا تھا۔ اس چھوٹی سی غلطی کو تو میں نے بہانہ بنایا ہے۔ اس لئے اللہ والے بعض وقت چھوٹی سی غلطی پر زیادہ ڈانٹ دیتے ہیں اور کبھی بڑی سے بڑی غلطی پر مُسکرا کر ٹال دیتے ہیں۔ لہٰذا بدگمانی نہ کیجئے کہ صاحب چھوٹی سی غلطی پر اتنا خفا ہو گئے اور بڑی غلطی پر خیال بھی نہیں کیا۔ بس یہی سوچئے کہ شیخ جس مقام سے تربیت کر رہا ہے اس مقام تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ ورنہ اگر استاد نے کہا کہ پڑھو الف اور ب۔ اور شاگرد کہتا ہے الف کھڑا کیوں ہے اور ب لیٹا کیوں ہے تو بتائیے کہ یہ پڑھ سکے گا! اُستاد کہے گا کہ بس تشریف لے جائیے آپ کی قسمت میں سبزی منڈی لکھی ہُوئی ہے۔ آپ گو بھی بیچئے۔ اگر علم تمہاری قسمت میں ہوتا تو تم تقلید کرتے۔ اس لئے شروع میں تقلید کی جاتی ہے بعد میں سارے مسائل خُود حل ہو جائیں گے۔ جب نورانی قاعدہ پڑھ لے گا اور قرآن ختم ہو جائے گا تو خُود پڑھنے لگے گا لیکن کوئی شروع ہی میں محقق بنے کہ الف کھڑا کیوں ہے اور ب لیٹا کیوں ہے اور ب کے نیچے ایک نقطہ کیوں ہے اور ت کے اُوپر دو نقطے کیوں ہیں۔ تو آپ بتلائیے کہ پڑھ سکے گا یہ شخص؟ بُنیادی طور پر تعلیم کا بین الاقوامی قاعدہ ہے

کہ شروع میں صرف تقلید کی جاتی ہے اپنے معلم اور استاد کی۔ دُنیا میں جتنے عقلمند ہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ صاحب بچّہ کو حق حاصل ہے پُوچھنے کا، جرح وقدح کا تحقیق واجتہاد کا۔ اسی طرح اللہ والوں کے سامنے اپنے کو اسی بچّہ کی مانند سمجھئے جو کچھ نہیں جانتا۔ جو شخص بزرگانِ دین کے مقابلہ میں اپنی کوئی رائے رکھتا ہے، ان پر اعتراض کرتا ہے، بدگمانی کرتا ہے، اللہ کے راستہ میں اسے کچھ نہیں مل سکتا۔ ان حماقتوں کا سبب اکثر جہالت ہوتی ہے۔ خدا پناہ میں رکھے جہالت کا کوئی علاج نہیں اور حماقت کا بھی کوئی علاج نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک احمق سے بھاگے جارہے تھے۔ کسی نے کہا کہ حضُور آپ تو نبی ہیں آپ نابینا کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیتے ہیں تو وہ بینا ہو جاتا ہے، کوڑھی کے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو اس کا کوڑھ اچھا ہو جاتا ہے۔ پھر اس احمق سے کیوں بھاگ رہے ہیں۔ اس کے سر پر بھی ہاتھ پھیر دیجئے تو کیا جواب دیا۔ مولانا رُومیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوڑھی کو اللہ کے حکم سے اچھا کرسکتا ہوں میرے ہاتھوں میں اللہ نے معجزہ رکھا ہے نابینا کو بینا کرسکتا ہوں لیکن حماقت اور بے وقوفی چونکہ قہرِ خداوندی ہے اس لئے اللہ کے قہر کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

لہٰذا دوستو! خدائے تعالیٰ سے ہم سب کو دین کی فہم مانگنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ یہ سمجھ ایسی چیز ہے کہ اگر یہ بگڑ جائے تو بڑے سے بڑا ولی اللہ اس کو بُرا معلوم ہوگا لہٰذا جب سارے معالجوں اور حکیموں سے دُشمنی ہو جائے گی تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ یہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجائے گا۔ یہ قلتِ فہم اور حماقت قہرِ خداوندی ہے جس کا علاج حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر کے پاس بھی نہیں۔ اسی کی وجہ سے پھر کبر آتا ہے۔ جس کو بڑائی کا مرض

ہو تو سمجھ لو احمق ہے۔ میرے شیخ اوّل حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ کبر ہمیشہ بے وقوفوں کو ہُوا کرتا ہے ورنہ بتائیے کہ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے یہ ابھی سے اپنے کو بڑا سمجھ رہا ہے۔ فیصلہ تو مالک کے ہاتھ میں ہوتا ہے بندے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کیوں صاحبو! غلام کو کیا حق ہے کہ اپنی قیمت خود لگالے بندہ کی قیمت تو مالک لگائے گا قیامت کے دن۔ لہٰذا بندہ وہ ہے جو اپنی شان کچھ نہ سمجھے اور عام مومنین کو اور خصوصًا کسی خادم دین کو حقیر نہ سمجھے۔ ہاں یہ ضرور اختیار ہے کہ اگر آپ کو کسی سے مناسبت نہ ہو اس کی مجلس میں ہرگز نہ جائیے، نہ اپنا وقت ضایع کیجئے نہ اس کا وقت ضایع کیجئے جہاں مناسبت ہو وہاں جائیے اب اس سے زیادہ کیا سہولت ہو سکتی ہے۔

ہاں جس سے دین کا ایک حرف سیکھا ہو ہمیشہ اس کا ادب کیجئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس نے مجھے ایک حرف علم سکھا دیا میں اس کا غلام ہوں اور دین سیکھنے کے بعد پھر اس سے بدگمانی کرنا اور اس کی اصلاح کے لیئے نسخے تجویز کرنا ایسا ہی ہے جیسے چُوہا اُونٹ کی رہنمائی کر رہا تھا۔ اپنی طرف سے تو ہم کو اپنے بڑوں سے حُسنِ ظن رکھنا چاہئے۔ وہ دینی مربی خود نہیں کہے گا کہ میں بڑا ہوں لیکن ان واقعات سے سبق لینا چاہئے کہ ہم اپنے بزرگوں کو اپنے نیک گمان سے سب کچھ سمجھیں۔ ایک بار مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بھئی میں تو کچھ بھی نہیں ہوں پھر فرمایا کہ خدا کی قسم میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ ایک بے وقوف نے کہا کہ میاں جب یہ کچھ بھی نہیں ہیں تو ہمیں کیا ملے گا ان سے۔ حالانکہ یہی ان کے بہت کچھ ہونے کی دلیل تھی ؎

کچھ ہونا مرا ذلّت و خواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

اچھا بس اب دُعا کیجئے کہ اے خدا ہمیں اپنے بڑوں کا ادب نصیب فرما، جن سے ہم دین سیکھتے ہیں ان کا ہمیں ادب نصیب فرما ؎

اے خدا جوئیم توفیقِ ادب
اے خدا ہم سب کو ادب کی توفیق نصیب فرما
بے ادب محرُوم ماند از فضلِ رب
اے خدا ہم کو بے ادبی کی وجہ سے اپنے فضل سے محرُوم نہ فرما یعنی ہم کو بے ادبی سے محفوظ فرما اور ہم سب کو اللہ والی حیات نصیب فرما۔

اے خدا ہمیں اپنے بزرگوں کے سامنے اپنے نفس کو مٹانے کی توفیق نصیب فرما۔ ہماری دُنیا و آخرت بنا دیجئے، تقویٰ کی حیات نصیب فرما دیجئے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ؁

محبّتِ الٰہیہ

مجھ کو جینے کا سہارا چاہیئے
دل ہمارا غم تمہارا چاہیئے

(حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضہم)

بدگمانی کا علاج

ایک صاحب نے بدگمانی کا علاج دریافت کیا تو فرمایا کہ کسی کی طرف سے بدگمانی قلب میں آوے تو اوّل علیحدہ بیٹھ کر یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے منع فرمایا ہے تو یہ گناہ ہُوا اور گناہ پر عذاب کا اندیشہ ہے۔ تو اے نفس حق تعالیٰ کے عذاب کو کیسے برداشت کرے گا۔ یہ سوچ کر توبہ کرے اور دُعا بھی کرے کہ اے اللہ میرے دل کو صاف کر دے اور جس پر بدگمانی ہو اس کے لئے بھی دُعا کرے کہ اے اللہ اس کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرما۔ دن رات میں تین مرتبہ ایسا کرے۔ اگر پھر بھی اثر رہے دُوسرے تیسرے دن ایسا ہی کرے۔ اگر پھر بھی اثر رہے اب اس شخص سے مل کہے کہ بلاوجہ مجھ کو تم پر بدگمانی ہو گئی تم معاف کر دو اور میرے لئے دُعا کر دو کہ یہ دُور ہو جائے۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۲٦۷)

بدگمانی و بدزبانی کا سبب کبر ہے

فرمایا کہ بڑی چیز تو یہ ہے کہ آدمی اپنے ہر فعل کو شریعت پر منطبق کرے کہ کون فعل میرا شریعت کے موافق ہے اور کون خلاف اور حضرت کسی کے ساتھ اعتقاد رکھنا ضروری نہیں۔ ہاں بدگمانی اور بدزبانی بلا ضرورت کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ اگر بدگمانی نہ کی تو کیا نقصان ہُوا۔ پھر فرمایا کہ اس کا منشا کئی چیزیں ہیں اور

ان سب کا منشا کبر ہے۔ اگر سب سے کمتر اپنے آپ کو سمجھے گا تو جس وقت بدگمانی ہونے لگے گی فوراً اپنا عیب پیشِ نظر ہو جائے گا اور سوچے گا کہ ہم تو اس سے بھی زیادہ نالائق ہیں۔ پھر کبھی اس کی نوبت نہ آئے گی۔ لہٰذا کبر کا علاج کسی کامل شخص کے پاس رہ کر کرانا ضروری ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۲۳۶)

اپنے نفس سے بدگمان رہے

فرمایا کہ الحزم سوء الظن اس کی تفسیر میں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ ای بنفسہ یعنی دانائی اور احتیاط یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس سے سوء ظن (بُرا گمان) ہی رکھے، کسی وقت مطمئن نہ ہو، ہمیشہ کھٹکتا رہے۔ عارفین یہی کہتے ہیں کہ دوسروں سے تو حُسنِ ظن (نیک گمان) رکھے اور اپنے نفس سے سوء ظن رکھے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۱۱۴)

دُوسروں کے ساتھ حُسنِ ظن کی تعلیم

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میرے پاس جو لوگ آتے ہیں ان کے قدموں کے زیارت کو مُوجبِ نجات (یعنی اپنی نجات کا ذریعہ) جانتا ہوں کیونکہ وہ یقیناً اچھے ہیں اور ان کے اچھے ہونے کی میرے پاس دلیل یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ باوجود میرے ناچیز ہونے کے حُسنِ ظن رکھتے ہیں۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۱۱۵)

بد دین کی تقریر و تحریر و تصنیف سب مضر ہے

فرمایا کہ بد دین آدمی اگر دین کی بھی باتیں کرتا ہے تو ان میں ظلمت ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے اور دیندار دُنیا کی بھی باتیں کرے تو ان میں نُور ہوتا ہے۔ کیونکہ کلام در اصل قلب (دل) سے پیدا ہوتا ہے تو قلب کی حالت کا اثر اس میں ضرور ہوگا۔ پس چونکہ متکلم (بات کرنے والے) کا اثر اس کے کلام میں اور مصنّف کے قلب کا اثر اس کی تصنیف میں ضرور ہوتا ہے اس لئے بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہئے کیونکہ مطالعہ کتب مثل صحبت مصنّف کے ہے۔ جو اثر بے دین کی صحبت کا ہوتا ہے وہی اس کی کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۶۸)

تبرکات کی حقیقت

فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت و زیارت بڑی چیز ہے۔ ان کا تو تصور بھی نافع ہے اور یہی اصل ہے تبرکات کی۔ کیونکہ ان چیزوں کو دیکھ کر اُن کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کی یاد سے دل میں نُور آتا ہے، حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے۔

فرمایا کہ قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس تک میں ظاہر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور ان کی صحبت میں اس سے بھی زیادہ اثر ہوتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۶۸)

اہل اللہ کو ستانا غضبِ الٰہی کو دعوت دینا ہے

فرمایا کہ تفسیر مظہری میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے کہ مجھے اپنے مقبول بندے کو چھیڑنے پر ایسا غصہ آتا ہے جیسے شیر کے بچوں کو چھیڑنے پر شیر کو۔ چنانچہ ایک ایک مقبول بندے کے ستانے پر شہر کے شہر تباہ کر دیئے گئے ہیں۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۱۱۳)

غیبت و بدزبانی کا ایک علاج

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں کسی کی شکایت نہیں سُنی جاتی تھی اور نہ کسی سے بدگمان ہوتے تھے اگر کوئی کہنے لگا اور حضرت بوجہ حلم منع بھی نہ کرتے مگر جب وہ کہہ لیتا تو فرماتے کہ وہ شخص ایسا نہیں ہے (یعنی تم جھوٹے ہو)۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۵۴)

وُسعتِ نظر کا اثر

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ جس قدر نظر وسیع ہوتی جاتی ہے اعتراض کم ہوتا جاتا ہے۔

(کمالاتِ اشرفیہ ص۵۴)

سلف صالحین کی عظمت کی اہمیت

فرمایا کہ اہلِ علم کے کام کی ایک بات بتلاتا ہوں کہ دین پر عمل کرنے کا مدار سلف صالحین (یعنی اگلے علماء و مشائخ و بزرگانِ دین) کی عظمت پر ہے اس لئے حتی الامکان ان پر اعتراض و تنقیص کی آنچ نہ آنے دینا چاہیئے (یعنی ان پر اعتراض نہ کرے نقص نہ نکالے) (کمالاتِ اشرفیہ ص۲۷۸)

اللہ تعالیٰ کی محبت کے آثار

فرمایا کہ اللہ سے محبت رکھنے والا تو کسی کافر کسی بلّی کتے کے ساتھ بھی مظالم کو گوارا نہ کرے گا۔ (کمالاتِ اشرفیہ ص۹۲)

اللہ والوں پر طعنہ زنی کی مذمّت

اہل اللہ پر طعنہ زنی کے متعلق یہ دو شعر پڑھے

ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد
تا دل صاحبدلے نامد بدرد
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند (کمالات اشرفیہ ص۹۱)

(جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو رُسوا نہیں فرمایا جب تک اس نے کسی اللہ والے کا دل نہیں دکھایا اور جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کسی کا پردہ فاش کردیں تو اس کے اندر نیک بندوں پر اعتراض و طعنہ زنی کا میلان پیدا ہو جاتا ہے)

کلامِ معرفت

کس قدر مسرور ہیں اللہ والے ذکر سے

کوئی بھی ان کے سوا دُنیا میں خندیدہ نہیں

نام روشن کر گئے مر کر کے حق پر عارفیں

مر گئے جو مرنے والوں پر وہ حق دیدہ نہیں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

انجامِ عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی

جہانِ رنگ و بو میں رنگ گوناگوں کا منظر تھا

مگر ہر اہلِ رنگ و بو کا حالِ رنگ ابتر تھا

نظامِ رنگ و بو سے ہو کے جو مافوق جیتا تھا

اسی مستِ خدا کا رنگ ہر دم رنگِ خوشتر تھا

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم